قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

منگل 29 ستمبر 2020ء | 12 صفر 1442 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 230

ارشاد باری تعالیٰ

وَ اَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ یُمَتِّعۡکُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّ یُؤۡتِ کُلَّ ذِیۡ فَضۡلٍ فَضۡلَہٗ ؕ وَ اِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ کَبِیۡرٍ۔

(ھود: 4)

اور یہ کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو، پھر اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو تو وہ تمہیں ایک مقررہ مدت تک بہترین معیشت عطا کرے گا۔ اور وہ ہر صاحبِ فضیلت کو اس کے شایان شان فضل عطا کرے گا۔ اور اگر تم پھر جاؤ تو یقیناً مَیں تمہارے بارے میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گناہ سے سچی توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

(رسالہ قشیریۃ باب التوبة)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’اپنے بندے کی توبہ پر اللہ تعالیٰ اتنا خوش ہوتا ہے کہ اتنی خوشی اس آدمی کو بھی نہیں ہوتی جسے جنگل بیابان میں کھانے پینے کی چیزوں سے لدا ہوا اس کا گم ہونے والا اونٹ اچانک مل جائے۔‘‘

(صحیح بخاری – کتاب الدعوات – باب التوبة)

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

اور یہ کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو، پھر اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو تو وہ تمہیں ایک مقررہ مدت تک بہترین معیشت عطا کرے گا۔ اور وہ ہر صاحبِ فضیلت کو اس کے شایان شان فضل عطا کرے گا۔ اور اگر تم پھر جاؤ تو یقیناً مَیں تمہارے بارے میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ تو دیکھیں فرمایا کہ استغفار کرو اور جو استغفار نیک نیتی سے کی جائے، جو توبہ اس کے حضور جھکتے ہوئے کی جائے کہ اے اللہ! یہ دنیاوی گند، یہ معاشرے کے گند، ہر کونے پر پڑے ہیں۔ اگر تیرا فضل نہ ہو، اگر تو نے مجھے مغفرت کی چادر میں نہ ڈھانپا تو مَیں بھی اِن میں گر جاؤں گا۔ مَیں اس گند میں گرنا نہیں چاہتا۔ میری پچھلی غلطیاں، کوتاہیاں معاف فرما، آئندہ کے لئے میری توبہ قبول فرما۔ تو جب اس طرح استغفار کریں گے تو اللہ تعالیٰ پچھلے گناہوں کو معاف کرتے ہوئے، توبہ قبول کرتے ہوئے، اپنی چادر میں ڈھانپ لے گا۔ اور پھر اپنی جناب سے اپنی نعمتوں سے حصہ بھی دے گا۔ دنیا سمجھتی ہے کہ دنیا کے گند میں ہی پڑ کر یہ دنیاوی چیزیں ملتی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو توبہ کرنے والے ہیں، جو استغفار کرنے والے ہیں، ان کو مَیں ہمیشہ کے لئے دین و دنیا کی نعمتوں سے نوازتا رہوں گا۔ اُن کی زندگی میں بھی ان کے لئے اس دنیا کے دنیاوی سامان ہوں گے اور ان پر فضلوں کی بارش ہوگی۔ اور اُن کے یہ استغفار اور اُن کے نیک عمل آئندہ زندگی میں بھی اُن کے کام آئیں گے۔ اور یہی استغفار ہے جس سے شیطان کے تمام حربے فنا ہو جائیں گے۔

استغفار کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل اور قُرب کی چادر میں لپٹنے کی دُعا مانگی جائے۔ جب انسان اس طرح دعا مانگ رہا ہو تو کس طرح ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ دُعا نہ سنے اور انسان کی دنیا و آخرت نہ سنورے۔ اللہ تعالیٰ نے تو خود فرمایا ہے کہ اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ (المؤمن: 61) کہ اللہ تعالیٰ سچے وعدوں والا ہے، وہ تو اس انتظار میں ہوتا ہے کہ کب میرا بندہ مجھ سے دعا مانگے۔ خود فرماتا ہے کہ تم مجھ سے مانگو مَیں دعا قبول کروں گا۔ اللہ تعالیٰ تو یہ کہتا ہے کہ کب میرا بندہ مجھ

بقیہ صفحہ 8 پر

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

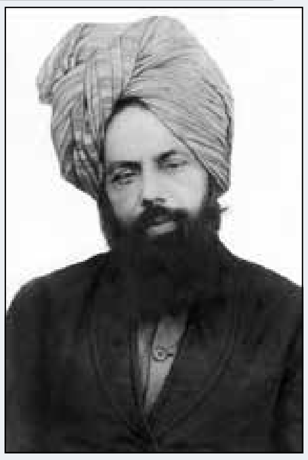

حقیقی توبہ کی شرائط

توبہ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

’’یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ توبہ کے تین شرائط ہیں۔ بدوں اُن کی تکمیل کے سچی توبہ جسے توبۃ النّصوح کہتے ہیں، حاصل نہیں ہوتی۔ ان ہرسہ شرائط میں سے پہلی شرط جسے عربی زبان میں اِقۡلَاع کہتے ہیں۔ یعنی ان خیالات فاسدہ کو دور کر دیا جاوے جو اِن خصائل ردیّہ کے محرک ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ تصورات کا بڑا بھاری اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ حیطۂ عمل میں آنے سے پیشتر ہر ایک فعل ایک تصوّری صورت رکھتا ہے۔ پس توبہ کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ اُن خیالات فاسدہ و تصوّرات بد کو چھوڑ دے۔ مثلاً اگر ایک شخص کسی عورت سے کوئی ناجائز تعلق رکھتا ہے تو اُسے توبہ کرنے کے لئے پہلے ضروری ہے کہ اس کی شکل کو بدصورت قرار دے۔ اور اس کی تمام خصائلِ رذیلہ کو اپنے دل میں مستحضر کرے (یعنی گھٹیا اور ذلیل باتوں کو ذہن میں لائے) کیونکہ جیسا مَیں نے ابھی کہا ہے تصوّرات کا اثر بہت زبردست اثر ہے۔...... پس جو خیالات بدلذات کا موجب سمجھے جاتے تھے ان کا قلع قمع کرے۔ یہ پہلی شرط ہے۔

دوسری شرط نَدَم ہے۔ یعنی پشیمانی اور ندامت ظاہر کرنا۔ ہر ایک انسان کا کانشنس اپنے اندر یہ قوت رکھتا ہے کہ وہ اس کو ہر برائی پر متنبہ کرتا ہے۔ مگر بدبخت انسان اس کو معطّل چھوڑ دیتا ہے۔ پس گناہ اور بدی کے ارتکاب پر پشیمانی ظاہر کرے اور یہ خیال کرے کہ یہ لذّات عارضی اور چند روزہ ہیں۔ اور پھر یہ بھی سوچے کہ ہر مرتبہ اس لذّت اور حظّ میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بڑھاپے میں آکر جبکہ قویٰ بیکار اور کمزور ہو جائیں گے۔ آخر ان سب لذّاتِ دنیا کو چھوڑنا ہو گا۔ پس جبکہ خود زندگی ہی میں یہ سب لذّات چھوٹ جانے والی ہیں تو پھر ان کے ارتکاب سے کیا حاصل؟ بڑا ہی خوش قسمت ہے وہ انسان جو توبہ کی طرف رجوع کرے۔ اور جس میں اوّل اِقۡلَاع کا خیال پیدا ہو یعنی خیالاتِ فاسدہ و تصورات بیہودہ کا قلع قمع کرے۔ جب یہ نجاست اور ناپاکی نکل جاوے تو پھر نادم ہو اور اپنے کئے پر پشیمان ہو۔

تیسری شرط عزم ہے۔ یعنی آئندہ کے لئے مصمّم ارادہ کر لے کہ پھر ان برائیوں کی طرف رجوع نہ کرے گا اور جب وہ مداومت کرے گا (باقاعدگی کرے گا) تو خدا تعالیٰ اسے سچی توبہ کی توفیق عطا کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ سیّئات اس سے قطعاً زائل ہو کر اخلاق حسنہ اور افعال حمیدہ اس کی جگہ لے لیں گے۔ اور یہ فتح ہے اخلاق پر۔ اس پر قوت اور طاقت بخشنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے کیونکہ تمام طاقتوں اور قوتوں کا مالک وہی ہے جیسے فرمایا اَنَّ الۡقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا (البقرة: 166)

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 87`88 جدید ایڈیشن - رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء صفحہ 158)

اس شمارہ میں

- نازِ محبت (منظوم)
- مصائب میں صبر کا کامل نمونہ
- صداقت حضرت مسیح موعودؑ کی ایک دلیل دعویٰ سے قبل کی پاکیزہ زندگی
- حضرت مصلحِ موعودؓ کی اسکاٹ لینڈ کے متعلق رؤیا اور اس کی قبولیت کا مختصر تذکرہ

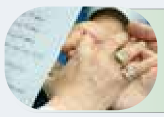

دربارِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پس اگر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بننا ہے تو ایک حقیقی مومن کا کام ہے کہ اپنی زندگی عبدِشکور بن کر گزارے اور عبدِشکور بننے کے لئے اپنے دل و دماغ میں اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو یاد رکھے۔ اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو یاد رکھتے ہوئے اس کے ذکر سے تر رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے جن انعامات سے نوازا ہے انہیں یاد رکھے اور انہیں یاد رکھتے ہوئے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حمد کا اظہار ہو۔ اللہ تعالیٰ کی حمد زبان پر جاری رہے اور صرف زبان پر نہ جاری ہو بلکہ ایک حقیقی مومن کا اظہار اس کے ہر عضو سے ہوتا ہو، اس کی ہر حرکت وسکون سے ہوتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ بننے کی کوشش ہو۔ یہ عاجزی اس وقت ہوسکتی ہے جب حقیقت میں تمام نعمتوں کا دینے والا خدا تعالیٰ کی ذات کو سمجھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا پیار دل میں ہو۔ جو نعمتیں اس نے دی ہیں ان کا استعمال اس کی دی ہوئی تعلیم کے مطابق ہو۔ صحت مند جسم دیا ہے تو عبادت اور اس کے راستے میں اس کے دین کی خدمت کر کے اس کا شکر ادا کریں۔ اگر کشائش عطا فرمائی ہے تو کسی قسم کی رعونت، تکبر اور فخر کے بغیر اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کی طرف توجہ کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیتوں اور استعدادوں اور مال اور اولاد کے صحیح مصارف خدا تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم کے مطابق ہیں تو طبعی شکر گزاری بھی ہے اور پھر خدا تعالیٰ جو اپنے بندے پر بہت رحم کرنے والا ہے اور ایک کے بدلے کئی گنا دینے والا ہے۔ وہ استعدادیں بھی بڑھاتا ہے، صحت بھی دیتا ہے، کشائش بھی دیتا ہے، ایک عابد بندے کو اپنے قرب سے بھی نوازتا ہے۔ اس کا جو مقصدِ پیدائش ہے اس کے حصول کی بھی توفیق دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر انسان اپنے زورِ بازو سے عبادت یعنی مقبول عبادت بھی نہیں کرسکتا۔ اگر عبادت کرتا بھی ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر وہ قابلِ قبول نہیں تو ایسی عبادت بھی بے فائدہ ہے۔ پس یہ شکر گزاری کا مضمون ہے جو نیکیوں میں بڑھنے کی بھی توفیق دیتا ہے۔ تقویٰ میں بڑھنے کی توفیق دیتا ہے۔ کیونکہ انسان اپنے ہر قول وفعل کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا نتیجہ قرار دے کر اس کی طرف جھکتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی ایسے شکر گزار بندوں کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے کہ وَمَا يَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَلَنۡ يُّكۡفَرُوۡهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالۡمُتَّقِيۡنَ (آل عمران: 116) اور جو نیکی بھی وہ کریں اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے۔

پس تقویٰ بھی شکر گزاری سے بڑھتا ہے کیونکہ شکر گزاری بھی ایک نیکی ہے۔ اور حقیقی نیکیوں کی توفیق بھی اپنے تمام تر وجود، مال، صلاحیتوں اور نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی طرف منسوب کرنے سے ملتی ہے اور ایسے نیکیوں میں بڑھنے والے اور شکر گزار مومنوں کے لئے خدا تعالیٰ خود کس طرح اپنے شکور ہونے کا ثبوت دیتا ہے، اس کی مزید وضاحت کے لئے اس طرح بیان فرمایا کہ لِيُوَفِّيَهُمۡ اُجُوۡرَهُمۡ وَيَزِيۡدَهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوۡرٌ شَكُوۡرٌ (فاطر: 31) یعنی تا کہ وہ انہیں ان کے اعمال کے پورے پورے اجر دے اور ان کو اپنے فضل سے اور بھی زیادہ بڑھا دے یقیناً وہ بہت بخشنے والا اور بہت قدر دان ہے۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے لئے شکور کا لفظ استعمال کرتا ہے تو بندوں والی عاجزی اور شکر گزاری نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جو تمام طاقتوں اور قدرتوں کا مالک ہے وہ جب شکور بنتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی عاجزی اور شکر گزاری اور نیکیوں میں آگے بڑھنے کو پسند کیا ہے اور خالص ہو کر اس کی خاطر کی گئی عبادتیں اور تمام نیکیاں اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہیں۔ اس لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غفور کے لفظ کے ساتھ شکور کا لفظ استعمال فرمایا کہ وہ بخشنے والا ہے اور قدر دان ہے۔ انسان جو کمزور ہے جب اس کو احساس ہو جائے کہ میں نے ہر نیکی خدا تعالیٰ کی خاطر بجالانی ہے اور اس کا شکر گزار بندہ بننا ہے اور خالص ہو کر اس کی طرف جھکنا ہے تو اللہ تعالیٰ جو بہت بخشنے والا ہے، جس کی رحمت بہت وسیع ہے وہ اپنی مغفرت کی چادر میں اپنے بندے کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اس کے گناہوں اور کمزوریوں کی پردہ پوشی فرماتا ہے اور اپنی طرف بڑھنے والے اپنے بندے کے ہر قدم کو بڑی قدر کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے انعامات میں اضافہ کرتا چلا جاتا ہے۔ پس یہ ہمارا خدا ہے جو ہر لحاظ سے اپنے بندے کو نوازتا ہے۔ اسے دنیا بھی ملتی ہے اور اس کو نیکیوں کے اجر بھی ملتے ہیں۔ اگر ایسے مہربان اور قدر دان خدا کو چھوڑ کر بندہ اور طرف جائے تو ایسے شخص کو بیوقوف اور بدقسمت کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

(الفضل انٹرنیشنل جلد 17 شمارہ 20 مورخہ 14 مئی تا 20 مئی 2010 صفحہ 5 تا 8)

(خطبہ جمعہ 23/ اپریل 2010ء)

نازِ محبت

دنیا میں حاکموں کو حکومت پہ ناز ہے
جو ہیں شریف ان کو شرافت پہ ناز ہے
عابد کو اپنے زہدوعبادت پہ ناز ہے
اور عالموں کو علم کی دولت پہ ناز ہے
حُسنِ رقم پہ ناز ہے مضموں نگار کو
پھر کاتبوں کو حُسنِ کتابت پہ ناز ہے
ماہر کو ہے یہ ناز کہ حاصل ہے تجرِبہ
عاقل کو اپنے فہم و فراست پہ ناز ہے
جن کی بہادری کی بندھی دھاک ہر طرف
تن تن کے چل رہے ہیں شجاعت پہ ناز ہے
صنعت پہ اپنی ناز ہے صنّاع کو اگر
موجِد کو اپنی طبع کی جودَت پہ ناز ہے
ماہر ہے سرجری میں تو ہے ڈاکٹر کو ناز
حاذِق ہے گر طبیب، طبابت پہ ناز ہے
بیمار کو ہے ناز کہ ’’نازک مزاج ہوں‘‘
جو تندرست ہیں انہیں صحت پہ ناز ہے
منعم کو ہے یہ ناز کہ قبضہ میں مال ہے
عزت خدا نے دی ہے تو عزت پہ ناز ہے
’’ہیں مال مست امیر تو ہم کھال مست ہیں‘‘
اس رنگ میں غریب کو غربت پہ ناز ہے
مانا کہ انکسار بھی داخل ہے خُلق میں
پر کچھ نہ کچھ خلیق کو سیرت پہ ناز ہے
گوشہ نشیں کو ناز ہے یہ ’’بے ریا ہوں میں‘‘
جو نامور ہوئے انہیں شہرت پہ ناز ہے
نازاں ہے اس پہ جس کو فصاحت عطا ہوئی
جادو بیاں کو اپنی طلاقت پہ ناز ہے
پایا جنہوں نے حسن وہ اس مے سے مست ہیں
ہر اک سے بے نیاز ہیں صورت پہ ناز ہے
اُڑ کر کہاں کہاں نہ گیا طائرِ خیال
شاعر کو اپنے زورِ طبیعت پہ ناز ہے
دیکھو جسے غرض کہ وہی مستِ ناز ہے
وحشی بھی ہے اگر اسے وحشت پہ ناز ہے
فانی تمام ناز ہیں باقی ہے اس کا ناز
جس کو بقا پہ ناز ہے وحدت پہ ناز ہے
جانِ جہاں! تجھی پہ تو زیبا ہے ناز بھی
یہ کیا کہ چند روز کی حالت پہ ناز ہے
کیونکر کہوں کہ ناز سے خالی ہے میرا دل
پیارے مجھے بھی تیری ’’محبت پہ ناز‘‘ ہے

(حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی یہ نظم اخبار ’’الفضل‘‘ 21 اکتوبر 1924ء میں ’’مستورہ‘‘ کے نام سے شائع ہوئی۔)

(درعدن ایڈیشن 2008 صفحہ 7۔ 9)

تبرکات

مصائب میں صبر کا کامل نمونہ

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ

دنیا دار الابتلاء ہے جس میں انسان کے لئے کئی قسم کے ابتلاء اور امتحان اور مصائب اور حوادث پیش آتے رہتے ہیں اور کوئی انسان بھی ان مصائب سے مستثنیٰ نہیں۔ بلکہ حدیث میں آتا ہے کہ سب سے زیادہ مصائب کا نشانہ انبیاء کی مقدس جماعت بنتی ہے۔ کیونکہ خدا ان کے ذریعہ مومنوں میں اخلاق کی پختگی پیدا کرنا اور صبر و رضا کی تعلیم دینا چاہتا ہے۔ اور پھر جو لوگ صبر کرتے ہیں وہی خدا کی طرف سے خاص رحمتوں اور برکتوں کے وارث بنتے ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ۙ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ ؕ اُولٰٓئِكَ عَلَیۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ ﴿البقرہ:156-158﴾

یعنی ہم تمہیں اس دنیا کی زندگی میں بعض امتحانوں میں ڈالیں گے۔ تم پر کبھی کبھی خوف وہراس کی حالت پیدا ہوگی اور کبھی تمہیں بھوک اور تنگی ستائے گی اور کبھی تمہارے اموال کا نقصان ہوگا اور کبھی جانیں ضائع کی جائیں گی۔ اور کبھی تم اپنی محنتوں کے پھل سے محرومی دیکھو گے۔ پھر جو لوگ ان حالات میں صبر اور رضا بالقضاء سے کام لیں گے انہیں اے رسول تو ہماری طرف سے بشارت دے۔ ہاں وہی صبر کرنے والے کہ جب انہیں کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم سب خدا کے بندے ہیں۔ جو چیز وہ دیتا ہے اور جو چیز وہ لیتا ہے وہ سب خدا کی ہے اور اسی کی طرف ہم نے اپنی اخروی زندگی کے لئے لوٹ کر جانا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا کی برکتیں اور رحمتیں ہوں گی اور یہی لوگ زندگی کے صحیح معیار اور ہدایت پر قائم ہیں۔

یہ لطیف اور جامع آیت صبر و رضا کے متعلق اسلامی تعلیم کا مرکزی نقطہ ہے۔ اس میں تین اصولی باتوں کی تعلیم دی گئی ہے۔ اول یہ کہ دنیا میں انسان کو مختلف قسم کے مصائب پیش آنے ضروری ہیں جو انسانی اخلاق کی تکمیل اور اخلاق کی پختگی کے لئے ضروری ہے۔ جیسا کہ لفظ لَنَبۡلُوَنَّكُمۡ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ پس ہر مومن کو اس قسم کے مصائب کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ دوسرے اس آیت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب کسی انسان کو کوئی مصیبت پیش آئے تو اسے جزع فزع یا خدا کی تقدیر پر اعتراض اور نکتہ چینی کرنے کی بجائے کامل صبر اور رضا کے مقام پر قائم رہنا چاہئے۔ اور اس کی زبان پر اور اس کے دل میں اس ابدی حقیقت کے سوا کوئی بات نہیں آنی چاہئے کہ جو خدا نے لیا وہ اسی کا تھا اور جو خدا دے گا وہ بھی اسی کا ہوگا اور ہم سب نے بالآخر اسی کے پاس جمع ہونا ہے۔ تیسرے اس آیت میں یہ عظیم الشان بشارت دی گئی ہے کہ مومنوں کا صبر ہرگز ضائع نہیں جائے گا۔ بلکہ وہ خدا کی طرف سے بے شمار رحمتیں اور بے شمار برکتیں پائیں گے۔ کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کی رضا کے مطابق صحیح ہدایت اور صحیح مقام پر قائم ہیں۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِیۡنَ یعنی صبر کرنے والوں کا سب سے بڑا اجر یہ ہے کہ خدا جو زمین و آسمان کا مالک ہے ایسے لوگوں کے ساتھ ہوگا جو صبر کریں گے۔ اور خدا کی رفاقت اور اس کی حفاظت سے بڑھ کر کس کی رفاقت اور کس کی حفاظت ہوسکتی ہے؟ کیا صبر کے متعلق اس سے بڑھ کر تفصیلی اور جامع ہدایت کسی اور مذہب نے دی ہے یا دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

یہ اسی پاک تعلیم کا اثر تھا کہ ہمارے آقا سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اکلوتے بچے صاحبزادہ ابراہیم کی وفات پر جو آپ کی عمر کے آخری حصہ میں واقع ہوئی تھی جس کے بعد آپ کو کسی اور نرینہ اولاد کی امید نہیں تھی وہ عظیم الشان الفاظ فرمائے جو رہتی دنیا تک صبر اور رضا بالقضاء کا بہترین نمونہ رہیں گے۔ آپؐ نے فرمایا:

اِنَّ الۡعَیۡنَ تَدۡمَعُ وَالۡقَلۡبَ یَحۡزَنُ وَلَا نَقُوۡلُ اِلَّا مَا یَرۡضٰی رَبَّنَا وَ اِنَّا بِفِرَاقِكَ یَا اِبۡرَاهِیۡمُ لَمَحۡزُوۡنُوۡنَ۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب قول النبیؐ انا بِك لمحزونون)

یعنی ہماری آنکھ اپنے پیارے بچے کی وفات پر آنسو بہاتی ہے اور دل غم محسوس کرتا ہے مگر ہم اس کے سوا کچھ نہیں کہتے کہ جس بات میں خدا راضی ہے اسی میں ہم راضی ہیں۔ اور ہم خدا کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق ہر حال میں صابر و شاکر ہیں۔ ہاں بچہ کی جدائی کا غم ہمیں ضرور ہے اور وہ انسان کی فطری محبت اور فطری شفقت کا ایک طبعی نتیجہ ہے۔

اب دیکھو اور غور کرو کہ ہمارے مقدس رسولؐ (فداہ نفسی) نے ہمیں جو تعلیم خدائے عرش سے علم پاکر قرآن کے ذریعہ دی تھی اس کا آپ نے خود کیسا اعلیٰ اور کیسا مکمل نمونہ پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے بچے ابراہیم کی وفات کا غم تو ہے اور بہت ہے جو ایک طبعی اور فطری امر ہے۔ اس غم کو میرا دل محسوس کرتا ہے اور میری آنکھ آنسوؤں کے ذریعہ اس کی غمازی بھی کر رہی ہے مگر میری زبان پر کوئی ایسا کلمہ نہیں آسکتا جو خدا کی دی ہوئی تعلیم اور اس کی رضا کے خلاف ہو۔ بلکہ میں ہر حال میں اس کی تقدیر پر صابر و شاکر ہوں۔ اور آپ زبان سے جزع فزع کرنے یا بال نوچنے یا چھاتی پیٹنے یا خدائی تقدیر کے متعلق کوئی اعتراض کا کلمہ زبان پر لانے کو ایسی نفرت اور ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے کہ ایک دفعہ جب بعض عورتوں نے اپنے کسی عزیز کی وفات پر ناجائز جزع فزع کیا اور اپنی زبان سے بعض نامناسب کلمات نکالے تو آپؐ نے سخت غصہ کے ساتھ فرمایا کہ ”جاؤ ان کے منہ میں مٹی بھر دو“ یہ اس لئے تھا کہ آپؐ کی تمام توجہ کا مرکزی نقطہ خدا کی ذات تھی اور آپؐ اس پختہ ایمان پر قائم تھے کہ انسان کی اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ جب کہ اس نے اس دنیا کے اعمال کا پھل پانا اور خدا کے حضور حاضر ہونا ہے۔

یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ چنانچہ جب آپ کا آخری بچہ اور ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد فوت ہوا اور فوت بھی ایسے وقت میں ہوا کہ جب خدا کے متواتر الہامات کے ماتحت خود آپ بھی اپنی زندگی کے آخری دن گن رہے تھے تو آپ نے کمال ہمت اور کمال صبر کے ساتھ فرمایا:

جگر کا ٹکڑا مبارک احمد جو پاک شکل اور پاک خو تھا
وہ آج ہم سے جدا ہوا ہے ہمارے دل کو حزیں بنا کر
برس تھے آٹھ اور کچھ مہینے کہ جب خدا نے اسے بلایا
بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

(درثمین اردو)

دیکھو ان اشعار میں بھی بعینہٖ انہی جذبات کا اظہار ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچے حضرت ابراہیم کی وفات پر ظاہر فرمائے۔ یعنی ایک طرف اپنے گہرے قلبی غم کا اظہار ہے جو ایک فطری امر ہے اور دوسری طرف خدا کی تقدیر پر کامل صبر و رضا کا مقام ہے جو توحید کا مرکزی نقطہ ہے۔ اور جب مبارک احمد کی وفات کا سن کر بعض احباب بیرون جات سے افسوس کے لئے قادیان آئے اور مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعود کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے ساتھ ایسے ایمان افروز رنگ میں گفتگو فرمائی کہ مجھے خوب یاد ہے کہ حضور کی یہ گفتگو سن کر خلیفہ رجب دین صاحب مرحوم نے جو خواجہ کمال دین صاحب مرحوم کے خسر تھے حیران ہو کر کہا کہ: ”حضرت! ہم تو آپ کو تسلی دینے آئے تھے اور آپ ہمیں تسلی دے رہے ہیں !!“

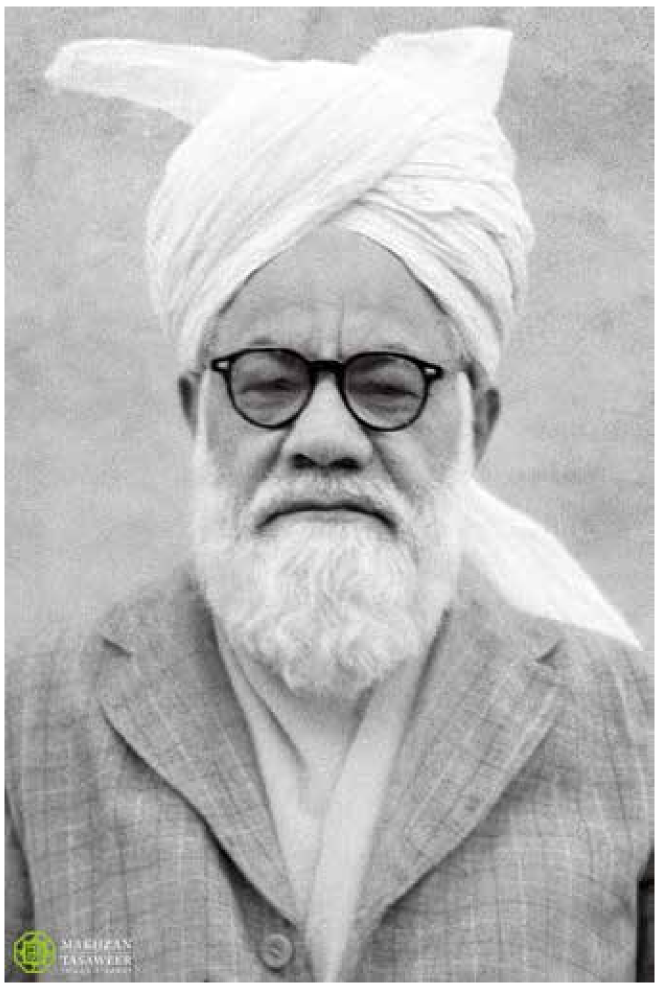

مگر اسلامی صبر و رضا کے بارے میں ایک اور بات بھی ضرور یاد رکھنی چاہئے اور وہ یہ کہ صبر کا اصل وقت کسی مصیبت کے دھکے کا ابتدائی مرحلہ ہوتا ہے ورنہ بعد میں تو ہر انسان کو آہستہ آہستہ صبر آہی جاتا ہے اور دلوں کے گہرے گھاؤ بھی کچھ وقت کے بعد مندمل ہو جاتے ہیں۔ پس اسلامی تعلیم کے مطابق حقیقی طور پر صابر انسان وہی سمجھا جائے گا جو کسی مصیبت کے ابتدائی دھکے کے وقت صبر کرتا اور رضا بالقضاء کے مقام پر فائز رہتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے جہاں ایک عورت اپنے بچے کے مرنے پر بڑی بے صبری کا اظہار کر کے ناجائز جزع فزع کر رہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب تشریف لے گئے اور فرمایا ”مائی صبر کرو خدا تمہیں اس صبر کا اجر دے گا“۔ اس جاہل عورت نے سامنے سے کہا ”تمہارا بچہ فوت ہوتا تو تب تمہیں پتہ لگتا“۔ آپؐ اس کی حالت کو دیکھ کر وہاں سے خاموشی کے ساتھ چلے آئے اور غالباً دل میں فرماتے ہوں گے کہ یہ نالائق کیا جانے کہ میرے کتنے بچے فوت ہو چکے ہیں؟ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے تو اس عورت کو لوگوں نے بتایا کہ ”یہ تو نے کیا جواب دیا یہ تو رسول پاکؐ تھے“ اس پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا ”یا رسول اللہؐ! میں صبر کرتی ہوں“ آپؐ نے فرمایا:

اِنَّمَا الصَّبۡرُ عِنۡدَ الصَّدۡمَةِ الۡاُوۡلٰی (صحیح بخاری کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور)

یعنی اصل صبر تو وہ ہے جو انسان کسی صدمہ کے بقیہ صفحہ 8 پر

صداقت حضرت مسیح موعودؑ کی ایک دلیل دعویٰ سے قبل کی پاکیزہ زندگی

(مبشر محمود ظفر)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ O (سورۃ یونس: 17)

(ترجمہ) اس سے پہلے میں ایک عرصۂ دراز تم میں گزار چکا ہوں۔ کیا پھر (بھی) تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

اس آیتِ قرآنی کے ضمن میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’اور دوسری خوبی جو شرط کے طور پر مامورین کے لئے ضروری ہے وہ نیک چال چلن ہے کیونکہ بدچال چلن سے بھی دِلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ خوبی بھی بدیہی طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے: فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ یعنی ان کفار کو کہہ دے کہ اِس سے پہلے میں نے ایک عمر تم میں ہی بسر کی ہے پس کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں کس درجہ کا امین اور راستباز ہوں۔ اب دیکھو کہ یہ دونوں صفتیں جو مرتبہ نبوت اور ماموریت کے لئے ضروری ہیں یعنی بزرگ خاندان میں سے ہونا اور اپنی ذات میں امین اور راستباز اور خدا ترس اور نیک چلن ہونا قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کمال درجہ پر ثابت کی ہیں اور آپ کے اعلیٰ چال چلن اور اعلیٰ خاندان پر خود گواہی دی ہے۔ اور اِس جگہ میں اِس شکر کے ادا کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں اپنی وحی کے ذریعہ سے کفار کو ملزم کیا اور فرمایا کہ یہ میرا نبی اس اعلیٰ درجہ کا نیک چال چلن رکھتا ہے کہ تمہیں طاقت نہیں کہ اس کی گذشتہ چالیس برس کی زندگی میں کوئی عیب اور نقص نکال سکو باوجود اس کے کہ وہ چالیس برس تک دن رات تمہارے درمیان ہی رہا ہے۔ اور نہ تمہیں یہ طاقت ہے کہ اس کے اعلیٰ خاندان میں جو شرافت اور طہارت اور ریاست اور امارت کا خاندان ہے ایک ذرہ عیب گیری کرسکو۔ پھر تم سوچو کہ جو شخص ایسے اعلیٰ اور اطہر اور انفس خاندان میں سے ہے اور اس کی چالیس برس کی زندگی جو تمہارے روبروئے گذری۔ گواہی دے رہی ہے جو افترا اور دروغ بافی اِس کا کام نہیں ہے تو پھر ان خوبیوں کے ساتھ جبکہ آسمانی نشان وہ دِکھلا رہا ہے اور خدا تعالیٰ کی تائیدیں اس کے شامل حال ہو رہی ہیں اور تعلیم وہ لایا ہے جس کے مقابل پر تمہارے عقائد سراسر گندے اور ناپاک اور شرک سے بھرے ہوئے ہیں تو پھر اس کے بعد تمہیں اس نبی کے صادق ہونے میں کونسا شک باقی ہے۔ اسی طور سے خدا تعالیٰ نے میرے مخالفین اور مکذّبین کو ملزم کیا ہے۔ چنانچہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۲ میں میری نسبت یہ الہام ہے جس کے شائع کرنے پر بیس برس گذر گئے اور وہ یہ ہے ولقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہٖ اَفَلَا تعقلون یعنی ان مخالفین کو کہہ دے کہ میں چالیس برس تک تم میں ہی رہتا رہا ہوں اور اس مدّت دراز تک تم مجھے دیکھتے رہے ہو کہ میرا کام افترا اور دروغ نہیں ہے اور خدا نے ناپاکی کی زندگی سے مجھے محفوظ رکھا ہے تو پھر جو شخص اِس قدر مُدت دراز تک یعنی چالیس برس تک ہر ایک افترا اور شرارت اور مکر اور خباثت سے محفوظ رہا اور کبھی اس نے خلقت پر جھوٹ نہ بولا تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ برخلاف اپنی عادت قدیم کے اب وہ خدا تعالیٰ پر افترا کرنے لگا‘‘۔

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 281-283)

حضورؑ کی یہ پاکیزہ فطرت اور خدا نما عادات وخصائل ہی کا نتیجہ تھا کہ جس نے بھی بصیرت کی نگاہ سے دیکھا آپ کا والہ و شیدا ہوگیا۔ میاں محمد یاسین صاحب احمدی ٹیچر بلوچستان کی روایت ہے کہ ’’مجھے مولوی برہان الدین صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مولوی غلام رسول صاحبؒ (1813ء تا 1874ء، مولوی نذیر حسین دہلوی کے شاگرد اور مولوی عبداللہ غزنوی کے ہم مکتب تھے) قلعہ میاں سنگھ کے پاس گئے اور اس وقت حضور ابھی بچہ ہی تھے۔ اس مجلس میں کچھ باتیں ہو رہی تھیں۔ باتوں باتوں میں مولوی غلام رسول صاحبؒ نے جو ولی اللہ و صاحب کرامات تھے فرمایا کہ اگر اس زمانہ میں کوئی نبی ہوتا تو یہ لڑکا نبوت کے قابل ہے۔ انہوں نے یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہی۔ مولوی برہان الدین صاحب کہتے ہیں کہ میں خود اس مجلس میں موجود تھا۔ مکرم مولوی غلام محمد صاحب سکنہ بیگو والہ ضلع سیالکوٹ نے بتایا کہ میں نے یہ بات اپنے والد محمد قاسم صاحب سے اسی طرح سنی تھی۔‘‘

(منقول از ’’روایات صحابہ‘‘ غیر مطبوعہ جلد 12 صفحہ 104تا105بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 53)

حضرت مسیح موعودؑ براہین احمدیہ کی اشاعت سے قبل خلوت نشینی میں رہے اور زیادہ لوگ آپ کو جانتے تک نہ تھے۔ فرمایا:

ابتداء سے گوشہ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار

نیز اپنی گمنامی کی حالت کا ذکر ان الفاظ میں کیا: ’’یہ وہ زمانہ تھا جس میں مجھے کوئی بھی نہیں جانتا تھا نہ کوئی موافق تھا نہ مخالف۔ کیونکہ مَیں اُس زمانہ میں کچھ بھی چیز نہ تھا اور ایک احدٌ مِّن النّاس اور زاویہ گمنامی میں پوشیدہ تھا‘‘ (روحانی خزائن : جلد -۲۲ حقیقۃُالوحی: صفحہ 460) لیکن ۱۹ ویں صدی کے آخری ربع میں آپؑ کو خدائی تقدیر دنیا کی اصلاح کیلئے گوشہ گمنامی سے نکال کر علمی میدان کی جانب کھینچنے لگی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ تاریخی طور پر اس کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں: ’’پبلک میں آپ نے تصنیف براہین سے صرف کچھ قبل یعنی ۱۸۷۷،۷۸ء میں آنا شروع کیا اور مضامین شائع کرنے شروع فرمائے اور تبلیغی خطوط کا دائرہ بھی وسیع کیا۔ مگر دراصل مستقل طور پر براہین احمدیہ کے اشتہار نے ہی سب سے پہلے آپ کو ملک کے سامنے کھڑا کیا اور اس طرح علم دوست اور مذہبی امور سے لگاؤ رکھنے والے طبقہ میں آپ کا انٹروڈکشن ہوا اور لوگوں کی نظریں اس دیہات کے رہنے والے گمنام شخص کی طرف حیرت کے ساتھ اُٹھنی شروع ہوئیں‘‘

(سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ 93 مطبوعہ 2008)

لہٰذا زیادہ تر حوالہ جات جو اس دلیل کو ثابت کرنے کیلئے ہمیں ملیں گے وہ براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد کے ہی ہونگے اور اس اصولِ قرآنی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم دو طرح کے لوگوں کے اقوال سے حضرت مسیح موعودؑ کا معیارِ صداقت جانچ سکتے ہیں:

اول: وہ لوگ جنہوں نے دعویٰ سے قبل حضرت اقدسؑ کے ساتھ وقت گزارا اور بعدہ مخالف ہوگئے یا قبول نہیں کیا۔

دوم: وہ لوگ جنہوں نے دعویٰ سے قبل حضرت اقدسؑ کے ساتھ وقت گزارا اور بعدہ بیعت کرلی یا ان کی اولاد نے بیعت کی۔

اول الذکر میں سے چند مثالیں

اہلِ حدیث فرقہ کے معروف مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں براہینِ احمدیہ پر ریویو تحریر کیا جس میں حضرت اقدسؑ کی زندگی کی پاکیزگی اور بے عیب ہونے کی گواہی دی نیز خاندانی شرافت اور بزرگی کا اظہار ان الفاظ میں کیا: ’’بالآخر ہم اس قدر کہنے سے باز ہرگز نہیں رہ سکتے کہ اگر یہ معاملہ گورنمنٹ تک پہنچتا تو یقین تھا کہ ہماری زیرک اور دانشمند گورنمنٹ ایسے مفسدوں کو جنہوں نے بحق ایسے شریف خاندانی کے جو ایک معزز نیک نام وخیر خواہ سرکار کا بیٹا ہے اور خود بھی سرکار کا دلی خیر خواہ وشکر گزار و دعا گو ہے اور درویشی وغربت سے زندگی بسر کرتا ہے ایسا مفسدانہ افترا کیا اور بہت لوگوں کے دلوں کو آزار پہنچایا ہے، سخت سزا دیتی‘‘۔ (اشاعۃ السنہ نمبر 7 جلد 7 صفحہ 193) نیز اپنے ریویو کا اختتام اس دعا پر کیا: ’’اے خدا اپنے طالبوں کے رہنما ان پر ان کی ذات سے ان کے ماں باپ سے تمام جہانوں کے مشفقوں سے زیادہ رحم فرما۔ تو اس کتاب کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دے اور اس کی برکات سے ان کو مالا مال کردے اور کسی اپنے صالح بندے کے طفیل اس خاکسار شرمسار گنہگار کو بھی اپنے فیوض و انعامات اور اس کے آپ کی اخص برکات سے فیض یاب کر آمین‘‘۔ (اشاعۃ السنہ نمبر 11 جلد 7 صفحہ 348) ضمناً یہ بات بھی عرض کرتا چلوں کہ مولوی صاحب دلی سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد جب واپس بٹالہ آئے تو اگرچہ ایک عالم کی حیثیت سے ہندوستان بھر میں مشہور ہوگئے اور ہر جگہ ان کا طوطی بولنے لگا۔ مگر اس وقت بھی ان کی حضورؑ سے عقیدت کا یہ عالم تھا کہ حضورؑ کا جوتا آپ کے سامنے سیدھا کرکے رکھتے اور اپنے ہاتھ سے آپ کا وضو کرانا موجب سعادت قرار دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی کا چشم دید واقعہ ہے کہ: ’’دعویٰ سے پہلے ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مکان واقعہ بٹالہ پر تشریف فرماتھے۔ میں بھی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ کھانے کا وقت ہوا تو مولوی صاحب خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ دھلانے کے لئے آگے بڑھے۔ حضورؑ نے ہر چند فرمایا کہ مولوی صاحب آپ نہ دھلائیں مگر مولوی صاحب نے باصرار حضورؑ کے ہاتھ دھلائے اور اس خدمت کو اپنے لئے باعث فخر سمجھا۔‘‘ (سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 124 طبع اوّل)

لیکن دعویٰ مسیحیت کے بعد جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے بلکہ اول المکذبین بن کر آپ کے خلاف پہلا اور منظم محاذ قائم کرلیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہندوستان بھر کے تمام علماء کو چیلنج دیا کہ وہ آپ کی دعویٰ سے قبل کی زندگی کے کسی گوشہ کو داغ دار ثابت کر دکھائیں۔ اس زبردست تحدی نے مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے ہم خیال علماء اور سجادہ نشینوں پر سکوت مرگ طاری کر دیا اور وہ حضورؑ کی بے لوث زندگی پر انگشت نمائی کرنے سے سراسر قاصر رہے۔

اخبار زمیندار کے ایڈیٹر مولوی ظفر علی خاں صاحب کے والد اور اخبار زمیندار کے بانی منشی سراج الدین احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں لکھا: ’’ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ کاروبار ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعۂ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔ عوام سے کم ملتے تھے۔ 1877ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے ہاں مہمانی کی عزت

حاصل ہوئی۔ ان دنوں میں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو ومستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔''

(اخبار زمیندار مئی 1908ء بحوالہ بدر 25 جون 1908ء۔صفحہ 13 کالم نمبر 2,1)

اخبار وکیل امرتسر نے لکھا: ''کیریکٹر کے لحاظ سے ہمیں مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا ایک چھوٹا سا دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پاکباز کا جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی۔ غرض کہ مرزا صاحب کی زندگی کے ابتدائی پچاس سالوں نے کیا بلحاظ اخلاق و عادات اور پسندیدہ اطوار، کیا بلحاظ مذہبی خدمات و حمایتِ دین مسلمانانِ ہند میں اُن کو ممتاز برگزیدہ اور قابلِ رشک مرتبہ پر پہنچایا۔''

(اخبار وکیل 30 مئی 1908ء صفحہ 1۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 563 جدید ایڈیشن)

ثانی الذکر میں سے چند مثالیں

1885ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے نشان نمائی کی دعوت کا ایک اشتہار شائع فرمایا۔ اس وقت حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب بھیرویؓ ریاست جموں کے شاہی طبیب کی حیثیت سے جموں میں مقیم تھے کہ کہیں آپ کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا اشتہار ملا اور آپ حضرت اقدسؑ کی زیارت کیلئے دیوانہ وار جموں سے قادیان روانہ ہوگئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 01 صفحہ 210)

پہلی ملاقات میں ہی حضرت اقدسؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور میری بیعت لے لیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اس معاملہ میں کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ اس پر حضرت مولاناؓ نے عرض کیا کہ پھر حضور وعدہ فرمائیں کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیعت لینے کا حکم آجائے تو سب سے پہلے میری بیعت لی جائے۔ آپؑ نے فرمایا ٹھیک ہے۔

(حیاتِ نور از عبدالقادر سوداگر مل صاحب صفحہ 117)

اس سے قبل آپؓ اکثر اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یاالٰہی! کوئی ایسا مرد کامل پیدا کر جو اس پرآشوب زمانے میں دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کرسکے۔ آپؓ نے اس کیفیت کا ذکر اپنی ایک عربی تحریر میں یوں فرمایا: ''میں تو ایک ایسے شخص کے دیدار کا حریص تھا جو زمانے میں سے منفرد اور یکتا ہو اور دین کی تائید اور مخالفین کا منہ بند کرنے کیلئے میدان میں کھڑا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ اسی اثناء میں مجھے جنابِ جلیل القدر عالم تبحر، مجدّدِ صدی، مہدیٔ زمان، مسیحِ دوران، مؤلف براہین احمدیہ کی بشارت ملی۔ پس میں حقیقتِ حال جاننے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنی فراست سے جان لیا کہ آپ ہی مسیح موعود اور حکم وعدل ہیں اور یہ کہ آپ ہی وہ ہستی ہیں جن کو اللہ نے تجدیدِ دین کیلئے مقرر فرمایا ہے اور آپ نے اس پر لبیک یا الہ العالمین (اے جہانوں کے معبود میں حاضر ہوں) کہا۔ پس میں اس عظیم الشان احسان پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ ریز ہوگیا۔''

(یہ حضرت مسیح موعودکی کتاب سے عربی عبارت کا اردو ترجمہ ہے جہاں حضور علیہ السلام نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کے الفاظ بیان کئے ہیں)

(کرامات الصادقین روحانی خزائن جلد 07 صفحہ 151)

حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانویؓ حضرت مسیح موعودؑ کے ان اوّلین عشاق میں سے تھے جنہوں نے اپنے کثیر ارادت مندوں اور عقیدت مندوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضرت اقدسؑ کے دامن سے وابستگی اختیار کرلی اور شاہی پر غلامی کو ترجیح دی۔ آپ کو حضرت صاحب کی اطلاع اس وقت ہوئی جب کہ براہین احمدیہ کے تین حصے شائع ہوچکے تھے۔ آپ نے ''اشتہار واجب الاظہار'' کے نام سے براہین احمدیہ پر اپنا ریویو شائع فرمایا جس میں حضرت اقدسؑ کی تائید میں یوں گویا ہوئے: ''ایک ایسی کتاب اور ایک ایسے مجدد کی بے شک ضرورت تھی جیسی کہ کتاب براہین احمدیہؑ اور اس کے مؤلف جناب مخدومنا مولانا میرزا غلام احمدؑ صاحب دام فیوضہ ہیں۔ جو ہر طرح سے دعوئ اسلام کو مخالفین پر ثابت فرمانے کے لئے موجود ہیں۔ جناب موصوف عامی علماء اور فقرا میں سے نہیں بلکہ خاص اس کام پر منجانب اللہ مامور اور ملہم اور مخاطب الٰہی ہیں۔ صدہا سچے الہام اور مخاطبات اور پیشگوئیاں اور رؤیاء صالحہ اور امر الٰہی اور اشارات وبشارات اجراء کتاب اور فتح و نصرت اور ہدایات امداد کے باب میں زبان عربی، فارسی، اردو وغیرہ میں جو مصنف صاحب کو بہ تشریح تمام ہوئے ہیں، مشرح ومفصل اس کتاب میں درج ہیں۔ اور بعض الہامات زبان انگریزی میں بھی ہوئے ہیں۔ حالانکہ مصنف صاحب نے ایک لفظ بھی انگریزی کا نہیں پڑھا۔ چنانچہ صدہا مخالفین اسلام کی گواہی سے ثابت کرکے کتاب میں درج کئے گئے ہیں، جن سے بخوبی صداقت پائی جاتی ہے۔ اور یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے، کہ مصنف صاحب بے شک امر الٰہی سے اس کتاب کو لکھ رہے ہیں۔ اور صاف ظاہر ہوتا ہے بموجب حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ فِیْمَا اَعْلَمُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَّنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا۔ (رواہ ابو داؤد) جس کے معنی یہ ہیں کہ ہرصدی کے شروع میں ایک مجدد منجانب اللہ پیدا ہوتا ہے تو تمام مذاہب باطلہ کے ظلمات کو دور کرتا ہے اور دین محمدیؐ کو منور اور روشن کرتا ہے۔ ہزار ہا آدمی ہدایت پاتے ہیں اور دین اسلام تر وتازہ ہوجاتا ہے۔ مصنف صاحب اس چودھویں صدی کے مجدّد اور مجتہد اور محدث اور کامل مکمل افراد امت محمدیہ میں سے ہیں۔ اور دوسری حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسی کی تائید میں ہے۔''

حضورؑ کے ذکر خیر میں آپؓ مزید تحریر فرماتے ہیں:

''اے ناظرین! میں سچی نیت اور کمال جوش صداقت سے التماس کرتا ہوں کہ بے شک وشبہ جناب میرزا صاحب موصوف مجدد وقت اور طالبان سلوک کے واسطے کبریت احمر اور سنگ دلوں کے واسطے پارس اور تاریک باطنوں کے واسطے آفتاب اور گمراہوں کے لئے خضر اور منکران اسلام کے واسطے سیف قاطع اور حاسدوں کے واسطے حجۃ بالغہ ہیں۔ یقین جانو کہ پھر ایسا وقت ہاتھ نہ آئے گا۔ آگاہ ہو کہ امتحان کا وقت آگیا ہے۔ اور حجت الٰہی قائم ہوچکی ہے۔ اور آفتاب عالم تاب کی طرح بدلائل قطعیہ ایسا ہادی کامل بھیج دیا ہے کہ سچوں کو نور بخشے اور ظلمات ضلالت سے نکالے۔ اور جھوٹوں پر حجت قائم کرے، تاکہ حق وباطل چھٹ جائے۔ اور خبیث وطیب میں فرق بیّن ظاہر ہوجائے۔ اور کھوٹا کھرا پرکھا جائے۔'' نیز آپ نے اپنی خداداد فراست سے یہ بھی پہچان لیا کہ یہ شخص مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ لہٰذا یہ شعر کہا:

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

(اخبار الفضل 23 جون 1931ء صفحہ 5 تا 7)

اگرچہ حضرت صوفی صاحبؓ کو ظاہری بیعت کا موقع نہ مل سکا لیکن حضورؑ نے آپؓ کا نام اپنے صحابہ خاص 313 (فہرست مندرج ازالہ اوہام) میں شامل کیا۔ 23 مارچ 1889ء کو حضرت اقدسؑ نے پہلی بیعت کے لئے حضرت صوفی صاحبؓ کے مکان کو شرف بخشا۔ اور پہلی بیعت کا شرف حضرت صوفی صاحبؓ کے داماد حضرت حکیم مولوی نورالدّین صاحبؓ خلیفہ اوّل کو حاصل ہوا اور عورتوں میں پہلی بیعت کی سعادت بھی آپؓ کی بیٹی اور حضرت خلیفہ اوّلؓ کی زوجہ حضرت صاحبزادی صغریٰ بیگمؓ کو نصیب ہوئی۔ (تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 382)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 12 دسمبر 2014ء میں فرماتے ہیں: سورۃ یونس کی آیت سترہ میں جو اصول اللہ تعالیٰ نے نبی کی صداقت کا بیان فرمایا ہے کہ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ۔ یعنی پس پہلے مَیں تمہارے درمیان ایک لمبی عمر گزار چکا ہوں۔ کیا تم عقل نہیں کرتے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ یہ کہیں یا آپؐ نے کفار کو یہ کہا۔ بہرحال یہ ایک اصول ہے نبی کی صداقت کا کہ جو اس کا ماضی ہے وہ اس کی زندگی کو ظاہر کرتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ ایک جگہ اپنی تقریر میں فرماتے ہیں۔ یہ تقریر کا موقع بھی اس طرح پیدا ہوا کہ قادیان میں مخالفین کے بعض بڑے بڑے مخالف علماء جمع ہوئے اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بڑی دشنام طرازیاں کیں، بڑی تقاریر کیں اور بڑا منصوبہ کرکے وہ جلسہ انہوں نے منعقد کیا اور ارادہ ان کا یہ تھا کہ فساد پیدا کیا جائے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ وہ فساد تو نہ کرسکے لیکن انہوں نے جو بھی دریدہ دہنی کی جاسکتی تھی، گند بکا جاسکتا تھا بکا۔ اس کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک جلسہ منعقد کیا یا کہنا چاہئے کہ ایک اجلاس کی صورت تھی جہاں آپ نے ان اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کے جواب بھی دیئے اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ثابت کی۔

بہرحال وہ ساری باتیں تو نہیں، ایک آدھ اقتباس مَیں اس میں سے لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ: ''حضرت مرزا صاحب کی دعوے سے پہلے کی زندگی کو دیکھتے ہیں تو آپ نے یہاں کے ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کو بار بار باعلان یہ فرمایا کہ کیا تم میری پہلی زندگی پر کوئی اعتراض کرسکتے ہو؟ مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی بلکہ آپ کی پاکیزگی کا اقرار کرنا پڑا۔'' اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ۔ اس کے تحت ہر ایک نے یہ گواہی دی کہ آپ کی پہلی زندگی بالکل پاک تھی یا کم از کم اعتراض نہیں اٹھا سکے۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ مولوی محمد حسین بٹالوی جو بعد میں سخت ترین مخالف ہوگیا اس نے اپنے رسالے میں آپ کی زندگی کی پاکیزگی اور بے عیب ہونے کی گواہی دی اور مسٹر ظفر علی خان کے والد نے اپنے اخبار میں آپ کی ابتدائی زندگی کے متعلق گواہی دی کہ بہت پاکباز تھے۔ پس جو شخص چالیس سال تک بے عیب رہا اور اس کی زندگی پاکباز رہی وہ کس طرح راتوں رات کچھ کا کچھ ہوگیا اور بگڑ گیا۔ علمائے نفس نے مانا ہے کہ ہر عیب اور اخلاقی نقص آہستہ آہستہ پیدا ہوا کرتا ہے۔ (جو نفسیات کے ماہر ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ جو اخلاقی برائیاں ہیں وہ آہستہ آہستہ پیدا ہوتی ہیں) ایک دم کوئی تغیر اخلاقی نہیں ہوتا ہے۔ پس دیکھو کہ آپ کا ماضی کیسا بے عیب اور بے نقص اور روشن ہے'' کہ کسی کو جرأت نہیں ہوئی۔ (معیار صداقت۔ انوار العلوم جلد 6 صفحہ 61)

اب خاکسار اس مضمون کا اختتام حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ایک اقتباس سے کرے گا جس میں آپؑ نے بڑی تحدی کے ساتھ اس دلیل کو اپنی صداقت کے نشان کے طور پر پیش کیا ہے۔ فرمایا: ''تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے وہ کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے اور تم کوئی عیب، افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کرسکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اُس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔''

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 64)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

حضرت مصلحِ موعودؓ کی اسکاٹ لینڈ کے متعلق رؤیا اور اس کی قبولیت کا مختصر تذکرہ

مرسلہ: ارشد محمود خاں۔ گلاسگو

سیّدنا حضرت مصلحِ موعودؓ نے 16 اور 17 ستمبر 1945ء کی درمیانی شب ایک مبارک طویل رؤیا دیکھی جس کو بیان فرمانے کے بعد فرمایا:

’’میں سمجھتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ اسکاٹ لینڈ میں احمدیت کی اشاعت کے سامان کرے اور شاید کوئی ایسی تحریک پیدا ہو جو گلاسگو سے دو سو میل جنوب کی طرف سے شروع ہو کر گلاسگو تک جاری ہو۔‘‘

حضرت مُصلحِ موعودؓ کی یہ رؤیا روزنامہ الفضل قادیان کے 21 ستمبر 1945ء کے صفحہ نمبر 2 پر شائع ہوئی۔

حضرت مسیحِ موعودؑ کی پیشگوئی ’’میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا‘‘ کی پیشگوئی کے مطابق جب خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کا نفوذ اسکاٹ لینڈ میں کیا تو اُس وقت یہاں مقیم چند احبابِ جماعت کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ آنے والا وقت جماعت کے لئے عظیم الشان کامیابیوں اور تبلیغ کے دروازے کھولے گا۔ یقیناً جماعت احمدیہ اسکاٹ لینڈ کی روزافزوں ترقی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت ہر آنے والے خلیفۃ المسیح کی دُعاؤں کا ثمر ہے، جس میں حضرت مصلحِ موعودؓ کی 16 ستمبر 1945ء والی رؤیا قابلِ ذکر ہے۔ اور اسی رؤیا کے نتیجے میں مولانا بشیر احمد آرچرڈ مرحوم جیسے داعی الی اللہ کو فروری 1949ء میں اسکاٹ لینڈ میں تعینات کی گیا اور جماعت کو اپنی آنے والی عظیم الشان کامیابیاں اُفق پر چمکتی ہوئی نظر آنے لگیں جس کی شاہد ہم آنے والی اگلی نسلیں ہیں۔

جب 1969ء میں اسکاٹ لینڈ کا پہلا نماز سنٹر خریدا گیا تو ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام ’’وَسِعۡ مَکَانَکَ‘‘ کو اس شان سے پورا ہوتے دیکھا کہ کسی مکان کو وسعت دی اور پھر وہ مکان چھوٹا پڑ گیا، پھر وسعت دی اور پھر چھوٹا پڑ گیا۔ چنانچہ آنے والے وقتوں میں اس چھوٹی سی جماعت کو اللہ تعالیٰ نے گلاسگو اور ڈنڈی میں اپنی مساجد قائم کرنے کی توفیق عطا کی اور جماعت احمدیہ اسکاٹ لینڈ کی تعداد جو چند احباب پر مشتمل تھی، کو ساڑھے چھ سو سے زیادہ کر دیا۔ الحمدُللہ۔

جماعت کی یہ ترقی اصل میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی اُس خبر کا نتیجہ تھی جو آپ نے اپنے معرکۃ الآراء خطاب میں کی تھی۔ چنانچہ جب مسجد بیت الرحمٰن گلاسگو کا رسمی افتتاح آپؒ نے 10 مئی 1985ء کو اپنے خطبہ جمعہ کے ساتھ کیا تو فرمایا:

’’مجھے کسی احمدی نے بتایا کہ ہم گلاسگو میں دوچار آدمی ہیں اتنی بڑی عمارت کا کیا کریں گے؟ میں نے جواب دیا کہ اگر دوچار ہیں تو خُدا نے آپ کو دوچار رہنے کے لئے تو نہیں بنایا۔ اوّل تو یہ کہ اگر دوچار بھی ہیں تو اتنی بڑی عمارت کا حق پھر یوں ادا کریں کہ اس کے کونے کونے میں خُدا تعالیٰ کو سجدے کریں، کونے کونے میں دُعائیں کریں اور اللہ کا ذکر بلند کریں۔ پھر یہ عمارت آپ کو دوچار نہیں رہنے دے گی، یہ اپنے نمازی خود پیدا کرے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہی سلوک ہے جو جماعت احمدیہ کے ساتھ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ بہت بڑی چھلانگ ماری اور کوئی بہت بڑی عمارت تعمیر کر دی تو دیکھتے ہی دیکھتے یہ محسوس ہوا کہ وہ عمارت چھوٹی تھی اور اس کے آباد کرنے والے اس کی وُسعت سے کہیں زیادہ آگے نکل گئے۔‘‘

(خطبات طاہر جلد 4 صفحہ 425)

چُنانچہ آج سالوں بعد حضور رحمہ اللہ کی بات صد فی صد اس طرح پوری ہو رہی ہے کہ گلاسگو کے احباب کے لئے یہ مسجد یقیناً چھوٹی ہے اور جماعت اپنے لئے اور بڑی عمارت خریدنے کے لئے کوشاں ہے۔

جہاں اسکاٹ لینڈ جماعت کی ان کامیابیوں کا ذکر کرنے سے ہمارے سر عاجزی اور تشکر کے جذبات سے سجدہ ریز ہوتے ہیں وہیں ہر فردِ جماعت کو حضور رحمہ اللہ کی اُن نصائح کو اپنی زندگی کا اوّلین مقصد بنانا چاہیے جو آپ نے اپنے اُس تاریخی خطبہ جُمعہ میں ہمیں ارشاد فرمائیں۔ طوالت کی وجہ سے اُن نصائح کی تفصیل یہاں نہیں لکھی جاسکتی مگر آپ رحمہ اللہ نے ہمیں تبلیغ، اپنی باجماعت نمازوں میں باقاعدگی اور اپنے عملی نمونہ کو اسکاٹش لوگوں کے سامنے پیش کرنے کی تلقین کی تھی۔ اسکاٹ لینڈ کی زمین پر تین خُلفاء احمدیت کے مُبارک قدم پڑے ہیں، اس لحاظ سے بھی یہ جماعت تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔

☆ ... ☆ ... ☆

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کا دورہ اسکاٹ لینڈ اور احباب جماعت۔ مؤرخہ یکم اگست 1967ء

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ احباب جماعت گلاسگو کے ساتھ۔ مؤرخہ 9 اپریل 1988ء

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز گلاسگو سٹی چیمبر کے ہال میں 7 مارچ 2009ء کو مقامی لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے، جس کی دعوت لارڈ پرووسٹ آف گلاسگو نے خصوصی طور پر بھجوائی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز گلاسگو جماعت کے احباب کے ساتھ 7 مارچ 2009ء

آج کی دعا

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِىْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِىْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

(جامع ترمذی کتاب الدعوات حدیث نمبر: 3563)

ترجمہ: ’’یعنی اے اللہ! مجھے حرام رزق سے بچا کر اپنا حلال رزق میرے لئے کفایت کر دے۔ اور اپنے فضل سے مجھے اپنے سوا دوسروں سے بے نیاز اور مستغنی کر دے (یعنی کبھی دوسروں کا محتاج نہ بنوں)۔‘‘

یہ پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی حصولِ حلال رزق اور قرض سے بچنے کی پیاری اور جامع دعا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ایک مکاتب غلام نے ان کے پاس آ کر کہا کہ میں اپنی مکاتبت کی رقم ادا نہیں کر پا رہا ہوں (یعنی فدیہ آزادی ادا کرنے سے قاصر ہوں)، آپ ہماری کچھ مدد فرما دیجئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا: کیا میں تم کو کچھ ایسے کلمے نہ سکھا دوں جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھائے تھے؟ اور فرمایا تھا کہ اگر تجھ پر (صِیر) پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو تو اس دعا کی برکت سے اللہ اس کے ادا کرنے کے سامان فرما دے گا نیز فرمایا: اَللّٰهُمَّ اكْفِنِىْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِىْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

یہ حدیث مبارکہ ہمیں اس امر کی طرف توجہ دلاتی ہے کہ رزق حلال نہ صرف دوسروں کی محتاجی سے نجات دیتا ہے بلکہ اولاد کے نسل در نسل نیک اور سعادت مند ہونے کا بھی ضامن ہے۔

مرسلہ: قدسیہ محمود سردار

مجاہد احمدیت محمد شریف کھوکھر (مرحوم)

(مرسلہ: ڈاکٹر محمد جلال شمس)

محمد شریف کھوکھر مرحوم معلم وقفِ جدید فی الواقع جماعت مسلمہ احمدیہ کے ایک مجاہد تھے۔ آپ کے حالاتِ زندگی کسی جماعتی اخبار یا رسالہ میں شائع نہیں ہوئے۔ چنانچہ خاکسار نے اپنی ذاتی یادداشت سے جہاں تک مجھ سے ہو سکا مرحوم کے کچھ حالات جمع کئے ہیں جو افادہ عام کے لئے درج ذیل ہیں۔

مکرم محمد شریف کھوکھر صاحب مرحوم موضع ''عیسٰی پور'' ضلاع فیصل آباد (سابق لائلپور) کے رہنے والے تھے۔ آپ کی پیدائش وہیں پر ہوئی۔ بعد ازیں تمام بہن بھائیوں کے ساتھ سندھ میں آباد ہو گئے۔

مرحوم کی پہلی شادی جس خاتون سے ہوئی اس میں سے دو لڑکے پیدا ہوئے مگر صغر سنی میں ہی وفات پا گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کی اہلیہ بھی راھئ ملک اجل ہوئیں۔

آپ کی دوسری شادی جس خاتون سے ہوئی اُس میں سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جو فیصل آباد (سابق لائلپور) میں رہائش پذیر ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔ کھوکھر صاحب مرحوم کے قبول احمدیت سے کچھ عرصہ پہلے آپ کی اہلیہ نے آپ سے علیحدگی اختیار کر لی جس کی تفصیلی وجوہات اور اُس وقت کے حالات کا مجھے علم نہیں نیز آپ نے کس طرح احمدیت قبول کی اُس کا بھی مجھے علم نہیں۔ میں نے پہلی بار آپ کو سندھ میں دیکھا۔ آپ کی رہائش ناصرہ آباد سٹیٹ سندھ میں تھی۔ اور آپ احمدیت قبول کر چکے تھے اور آپ کی شادی میری پھوپھو جان محترمہ امتہ النصیر صاحبہ کے ساتھ ہو چکی تھی۔ اُس وقت آپ کے دو چھوٹے بھائی آپ کے گھر میں ہی رہائش پذیر تھے۔ لیکن وہ دونوں احمدی نہیں تھے۔ کھوکھر صاحب مرحوم کی تین بہنیں اور بہنوئی ناصر آباد کے قریب ہی، لیکن ناصرہ آباد اسٹیٹ سے باہر ایک جگہ آباد تھے اور اپنے کاروبار میں مصروف تھے۔ ایک چھوٹا بھائی اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ ''عیسٰی پور'' میں رہائش پذیر تھا۔ بعد ازیں دونوں نے ''عیسٰی پور'' کو ہمیشہ کے لیئے خیر باد کہا اور اپنے عزیزوں کے پاس سندھ چلے گئے۔

کھوکھر صاحب مرحوم اور اُن کے بھائیوں نے علیحدہ علیحدہ زندگی گزارنے کا فیصلہ کر لیا تو کھوکھر صاحب مرحوم ناصرہ آباد اسٹیٹ سندھ سے محمد آباد اسٹیٹ سندھ منتقل ہو گئے۔ کھوکھر صاحب اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ اُن کے غیر احمدی عزیز خاندان کا بڑا ہونے کی بناء پر کھوکھر صاحب مرحوم کا احترام کرتے تھے اور اُن کے سامنے منہ نہیں کھولتے تھے لیکن اُن میں سے کسی نے احمدیت قبول نہیں کی۔ غالباً یہ وجہ تھی کہ اُن کے خاندان کے پاس کافی زرعی زمین اور جائداد تھی۔ لیکن کھوکھر صاحب مرحوم قبول احمدیت کے بعد سب جائداد سے دست بردار ہو کر محمد آباد اسٹیٹ سندھ میں آباد ہو گئے۔ بایں ہمہ اپنے عزیزوں کے مقابل میں مالی لحاظ سے تنگ دست تھے۔

کھوکھر صاحب کا سب سے چھوٹا بھائی طالب علمی کے زمانہ میں ایک بار جلسہ سالانہ ربوہ میں بھی شامل ہوا۔ اُس وقت وہ کہا کرتا کہ جس طرف میرے بڑے بھائی ہیں میں بھی اُس طرف ہوں لیکن بالفعل اُس نے بیعت نہیں کی۔ غالباً اُس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کالج کا سٹوڈنٹ تھا اور اُن کے تعلیمی اخراجات اس کے غیر از جماعت اور متمول بھائی ہی برداشت کرتے تھے۔ کھوکھر صاحب کے لئے اپنے بھائی کے اخراجات برداشت کرنا اُن کی استطاعت سے باہر تھا۔ کھوکھر صاحب کے بھائی نے ایم ایس کی تعلیم حاصل کی اور ملک سے باہر چلے گئے وہاں سے واپس آ کر کراچی میں رہائش پذیر ہو گئے اُنہوں نے عملاً تو بیعت نہیں کی لیکن جماعت کے مخالف بھی نہیں تھے۔

یہی حال آپ کی والدہ محترمہ کا بھی تھا۔ وہ بے حد دین دار، نمازی تہجد گذار اور سادہ طبیعت کی مالک تھیں وہ کہا کرتی تھیں کہ جس طرف میرا محمد شریف ہے میں بھی اُسی طرف ہوں۔ اُن کو آپ سے بے حد محبت تھی۔ لیکن شائد اپنی سادگی کی وجہ سے اور کچھ اپنے غیر احمدی عزیزوں کے دباؤ میں آ کر وہ بھی باقاعدہ جماعت احمدیہ میں داخل نہ ہوئیں۔

جب حضرت مصلح موعودؓ نے 1957ء میں ''وقفِ جدید'' کا اعلان فرمایا تو مکرم محمد شریف صاحب کھوکھر مرحوم نے حضور اقدسؓ کی خدمت میں خط لکھ کر اپنی زندگی دین کے لئے وقف کر دی۔ آپ پہلے

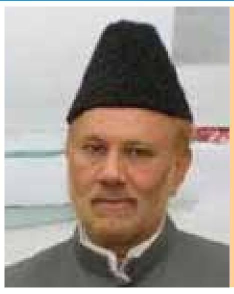

گروپ کے معلم وقفِ جدید تھے۔ آپ کی ڈیوٹی ''تھر کے ریگستان میں لگائی گئی''۔ آپ نے وہاں ہندوؤں میں تبلیغ کی اور کثیر تعداد میں ہندوؤں کو مسلمان بنایا اور متعدد جماعتیں قائم کیں۔ مجھے یاد ہے ہر سال اُنہیں بیعتیں کرانے کا اوّل انعام وقفِ جدید کی طرف سے دیا جاتا تھا۔ میں اُن دنوں جامعہ احمدیہ کا طالب علم تھا۔ آپ کا ریفریشر کورس ہوتا اور آپ ربوہ تشریف لاتے اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ ناظم ارشاد وقفِ جدید کی طرف سے آپ کو سب سے زیادہ بیعتیں کروانے پر اوّل انعام دیا جاتا۔ آپ نے جو جماعتیں قائم کیں اُن میں سے ایک کا نام ''پھول پور'' تھا۔ جو غالباً آپ کا سنٹر بھی تھا۔ آپ نے صرف بیعتیں کروانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اُن کی تعلیم و تربیت بھی کی۔ وہ دن بہت کٹھن تھے اور آج کل کے انتظامات وغیرہ موجود نہیں تھے۔ جماعت کا بھی کوئی سنٹر یا ہسپتال موجود نہیں تھا۔ آپ نے ان مشکل حالات میں بلا مبالغہ ہزاروں ہندوؤں یعنی بھیل اور کوہلی نسل کے لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ ہر سال کم از کم ساڑھے تین صد کے قریب لوگ بیعت کر کے مسلمان ہوتے اور جماعت اسلامیہ احمدیہ کا حصہ بنتے۔

آپ نے وقفِ جدید کے انتظام کے تحت حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ناظم ارشاد وقفِ جدید (بعد ازیں حضرت خلیفۃ الرابعؒ) سے ہومیو پیتھی بھی سیکھی تھی۔ وقفِ جدید سے ریٹائرمنٹ کے بعد آپ نے بدین کے علاقہ میں ہومیو پیتھی کی پریکٹس بھی کی۔ آپ ایک کامیاب ہومیو پیتھی ڈاکٹر تھے۔ متعدد مریضوں نے آپ کے ذریعہ شفا پائی۔

آپ کا غیر احمدی خاندان متمول تھا اور آپ کے سامنے ادب سے سر جھکاتا تھا لیکن آپ نے محض احمدیت کی اور خلافت دین کی خاطر تکلیف سے گزارہ کرنے کو ترجیح دی۔ آپ کی ان قربانیوں کا ہی ثمرہ ہے کہ آج آپ کی اولاد جرمنی اور انگلستان میں خوشحالی کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ آپ کا ایک پوتا حافظ قرآن ہے اور جامعہ احمدیہ ربوہ میں آخری کلاس کا طالب علم ہے۔

جوانی میں آپ کی صحت بہت عمدہ تھی اور آپ پورے علاقہ میں کلائی پکڑنے میں سب سے آگے تھے۔ آپ ایک غیرت مند انسان تھے اور کسی مخالف کی بد زبانی کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ اس طرح کے متعدد واقعات عاجز کے علم میں بھی ہیں۔ بایں ہمہ آپ کی طبیعت میں عاجزی اور انکساری تھی اور آپ بلا وجہ کسی سے نہیں الجھتے تھے اور ایک عاجز انسان کی طرح زندگی بسر کرتے رہے۔

آپ نہایت شیریں لسان تھے اور آپ کی باتوں میں مٹھاس تھی۔ آپ جس سے گفتگو کرتے تھے اُس کے دل کو موہ لیتے اور وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔

خلافت احمدیہ اور خلیفۂ وقت کے ساتھ آپ کو بے انتہاء محبت تھی۔ یہی محبت اور عشق آپ نے اپنی اولاد میں بھی پیدا کیا اور خُدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کی ساری اولاد آپ کے رنگ میں رنگین ہے

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

اور خلیفۂ وقت کے ساتھ بے حد پیار کرتی ہے۔ آپ کے ایک بیٹے عزیزم طاہر احمد محمود نے خلیفۂ وقت اور خلافتِ احمدیہ کے عشق میں ایک بہت عمدہ نظم بھی کہی تھی۔ جو ایک جماعتی رسالہ میں شائع بھی ہوئی۔ آپ پنجوقتہ نمازوں کے پابند، تہجد گزار اور دعاگو بزرگ تھے۔ کبھی اگر کسی مجبوری کے تحت گھر میں نماز پڑھنی پڑ جاتی مثلاً آپ کسی سفر وغیرہ سے دیر سے گھر تشریف لاتے اور نماز کی ادائیگی کرنی ہوتی تو اپنے اہل خانہ کو جمع کر کے باجماعت نماز پڑھتے۔ آپ ''اِیَّاکَ نَعبد وَاِیَّاکَ نَستعین اِھدِنا الصراط المستقیم'' کی بہت تکرار کرتے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے۔ آپ کی آواز سننے والوں کے دلوں پر بھی اثر کئے بغیر نہ رہتی۔

آپ قرآن کریم کی تلاوت بلند آواز سے کرتے۔ بالخصوص سورۃ یٰسین کی بہت کثرت کے ساتھ تلاوت کیا کرتے تھے۔ میں نے اِس سورۃ کا بہت سا حصہ بچپن میں آپ کی تلاوت سُن کر یاد کیا تھا۔

آپ کی اہلیہ، میری پھوپھو جان محترمہ امۃ النصیر صاحبہ، فی الواقع ایک واقفِ زندگی کی اہلیہ تھیں۔ اُنہوں نے ہمیشہ صبر و رضا سے زندگی گزاری اور کبھی تنگدستی کا گلہ نہیں کیا۔ وہ ماشاء اللہ ربوہ میں رہائش پذیر ہیں اور عبادات الٰہی اور دعاؤں میں مصروف رہتی ہیں۔ اُنہوں نے اپنے میاں کی وفات کے بعد کا عرصہ نہایت صبر و رضا سے گزارا۔

ایک احمدی دوست کی اہلیہ کی وفات کے بعد اُس کے بچوں کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ تھا۔ مکرم کھوکھر صاحب تنگدستی کے باوجود اُس کے بچوں کو گھر لے آئے اور آپ کی اہلیہ نے کئی ماہ اُن کی پرورش کی اور کبھی بھی شکوہ زبان پر نہ لائیں۔ یہ ان دونوں بزرگوں کی دینداری اور تعلق باللہ کا زندہ ثبوت ہے۔

آپ فضول خرچی سے بچتے۔ بایں ہمہ اپنے بچوں کو کسی چیز کی کمی کا احساس نہ ہونے دیتے۔ موسم کا پھل مثلاً آم کثرت سے گھر لے آتے اور بچوں کو کھلاتے اور ہر طرح سے اُن کی نگہداشت کرتے اور اُن کو خوش رکھتے۔ عاجز کو کھوکھر صاحب کا داماد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ میری اہلیہ اپنے والدین کی پروردہ ہونے کی بناء پر نہائت ہی صابر اور شاکر سے زندگی گزارنے والی ہیں اور اپنے واقفِ زندگی خاوند کا ہر قربانی میں اور ہر قدم پر ساتھ دیتی ہیں۔ فجزاھا اللہ خیراً۔

آپ ایک کامیاب معلم وقفِ جدید تھے۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ناظم ارشاد وقف جدید آپ کے بچوں سے بے حد پیار کرتے تھے۔ آپ کے خلیفۃ المسیح بننے پر بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ میری بیٹی عزیزہ عطیہ الحیی بچپن میں اپنی والدہ، خالہ یا نانی جان کے ساتھ حضورؒ کے گھر چلی جاتی تھی تو حضورؒ اُس کے ساتھ غیر معمولی شفقت اور محبت کا سلوک فرماتے۔ حضور کی ذرہ نوازی کا یہ سلسلہ حضورؒ کی وفات تک جاری رہا۔ اسلام آباد ٹلفورڈ میں حضورؒ جب بھی تشریف لاتے تو بالعموم اپنی بیٹی عزیزہ طوبیٰ کو ہمارے گھر بھجوا دیتے۔ یا میری بیٹی کو اپنے گھر طلب فرماتے تا کہ دونوں بچیاں مل جل کر وقت گذار سکیں۔ حضورؒ ہمبرگ جرمنی تشریف لائے تو میری بیٹی عزیزہ عطیہ الحیی کو خدمت کا موقع میسر آیا۔ فالحمد للہ علی ذالک

میری اہلیہ کی چھوٹی بہن عزیزہ شاہدہ یاسمین صاحبہ نے حضرت خلیفۃ الرابعؒ کی بیٹیوں کو بچپن میں قرآن کریم پڑھایا۔ حضورؒ اسی وجہ سے عزیزہ شاہدہ سے بے حد حسنِ سلوک فرماتے تھے۔

آخر میں میری دعا ہے مولا کریم مکرم محمد شریف صاحب کھوکھر مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور اُن کی نسلوں کو بھی اُن کے رنگ میں رنگین ہونے اور ان نیکیوں کو قائم رکھنے کی توفیق دے۔ نیز اُنہی کی طرز پر ہمیشہ ہی خلافتِ احمدیہ سے وابستہ رکھے۔ الھم آمین

بقیہ: مصائب میں صبر کا کامل نمونہ...... از صفحہ 3

ابتدائی دھکے کے وقت دکھاتا ہے۔

اور یہی صحیح صورت ہے۔ ورنہ جب کسی نے جزع فزع کر کے اور چیخ و پکار سے اپنے دل کی بھڑاس نکال کر صبر کیا تو وہ صبر کس کام کا؟ وہ تو دراصل تھک کر اور اپنے آپ کو بے بس پا کر ہتھیار ڈالنے والی بات ہے۔ پس میں اپنے عزیزوں اور دوستوں اور جماعتی بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ہمیشہ صحیح اسلامی صبر کے مقام پر قائم رہیں۔ اور ایسا کامل صبر دکھائیں جو قرآن نے سکھایا ہے اور جس کا ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر ہمارے سردار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگیوں میں بہترین نمونہ پیش کیا ہے۔ اسلام فطرت کا مذہب ہے وہ نہ تو طبعی غم کے واجبی اور جائز اظہار سے روکتا ہے اور نہ ایسی جزع فزع اور ایسی چیخ و پکار کی اجازت دیتا ہے جس کے نتیجہ میں انسان توحید کے مرکزی نقطہ سے متزلزل ہو جائے۔ اور وہ سچا صبر بھی ہے جس پر رسول پاکؐ (فداہ نفسی) قائم تھے یعنی:

اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبَّنَا
(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب قول النبیؐ انابک لمحزونون)

اور یہ وہی صبر ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس مصرع میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

اور یقیناً یہ وہی صبر ہے جس کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ:

اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ رَحْمَۃٌ (البقرہ:158)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

(محررہ 15 جون 1959ء)

(روزنامہ الفضل ربوہ 18 جون 1959ء)

بقیہ: فرمانِ خلیفہ وقت...... از صفحہ 1

سے استغفار کرے، کب وہ سچے طور پر توبہ کرتے ہوئے میری طرف رجوع کرے اور میں اس کی دُعا سنوں۔ حدیث میں آتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اپنے بندے کی توبہ پر اللہ تعالیٰ اتنا خوش ہوتا ہے کہ اتنی خوشی اس آدمی کو بھی نہیں ہوتی جسے جنگل بیابان میں کھانے پینے کی چیزوں سے لدا ہوا اس کا گم ہونے والا اونٹ اچانک مل جائے۔''

(صحیح بخاری ۔ کتاب الدعوات ۔ باب التوبۃ)

تو دیکھیں اللہ تعالیٰ تو اس انتظار میں ہوتا ہے کہ کب میرا بندہ توبہ کرے، استغفار کرے اور میں اس کے گزشتہ گناہ بخشوں اور آئندہ سے اسے اپنی چادر میں ڈھانپ لوں تا کہ وہ شیطان کے حملوں سے محفوظ رہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مستقل مزاجی سے اس پر قائم رہو۔ ورنہ اگر ایک دفعہ استغفار کی، دوبارہ گند میں پڑ گئے اور موت اس صورت میں آئی کہ شیطان کے پنجے میں گرفتار ہو تو پھر اس دن سے بھی ڈرو جس میں گناہوں میں گرفتار لوگوں کے لئے عذاب بھی بہت بڑا ہو گا۔

پس ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے کہ استغفار کرتے ہوئے اپنے گزشتہ گناہوں کی بخشش مانگتے ہوئے اور آئندہ کے لئے ان سے بچنے کا عہد کرتے ہوئے مستقل خدا کے سامنے جھکا رہے۔ اور جب اِس طرح عمل ہو رہے ہوں گے تو خدا تعالیٰ اپنی پناہ میں لے لے گا۔ اور جو خدا تعالیٰ کی پناہ میں آ جائے تو اسے جیسا کہ میں نے پہلے بتایا شیطان کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ اب اس سے وہی عمل سرزد ہو رہے ہوں گے جو خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے عمل ہوں گے۔ وہ تمام برائیاں ختم ہو جائیں گی جو خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے میں روک ہیں۔ پس ہر احمدی ہر وقت سچے دل سے استغفار کرتے ہوئے، توبہ کرتے ہوئے، خدا تعالیٰ کے حضور جھکے تا کہ اس کا پیار حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندے کو اپنا پیار اور قرب دینے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے بلکہ بے چین رہتا ہے۔ بلکہ بندے کی اس بارے میں ذرا سی کوشش کو بے حد نوازتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 20 مئی 2005ء)

29 ستمبر 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:55	18:10
مدینہ منورہ	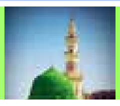	04:55	18:10
قادیان	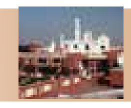	05:00	18:16
ربوہ		04:40	17:56
اسلام آباد ٹلفورڈ	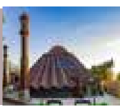	05:36	18:38